امت مسلمہ کے مسائل ومشکلات اوران کا حل

حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

گزشتہ دنوں اسلامی نظریاتی کونسل کے زیر اہتمام ''امت مسلمہ کے مسائل ومشکلات اوران کا حل'' کے موضوع پر ایک سہ روزہ قومی علماء کانفرنس منعقد ہوئی جس میں ملک بھر سے تمام مکاتب فکر کے ارباب علم ودانش شریک ہوئے اور اس موضوع سے متعلق اپنی قیمتی آراء وتجاویز پیش کیں۔راقم الحروف کو بھی اس کانفرنس میں اپنی معروضات پیش کرنے کا موقع ملا۔وہ معروضات قارئین کی خدمت میں پیش کی جارہی ہیں تاکہ ان پہلوؤں پرغور وفکر کا سلسلہ شروع ہوسکے۔

''سب سے پہلے میں اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین مولانا محمد خان شیرانی اوران کے جملہ رفقاء اور معاونین کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے حالات کی نزاکت کا ادراک کرتے ہوئے،انتہائی اہم موقع پر اہل علم ودانش کی یہ بزم سجائی ہے اوراس کے ساتھ ساتھ میں ان تمام حضرات کا تہہ دل سے شکریہ بھی ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے مجھے آپ حضرات سے مخاطب ہونے کا موقع دیا۔اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مجھے آج ''امت مسلمہ کے مسائل کا میدان......ذاتی زندگی یا اجتماعی نظم'' کے عنوان پر چند معروضات پیش کرنی ہیں۔

میرے خیال میں آج اگر امت مسلمہ کے مسائل ومشکلات کی بات کی جائے تو وہ ذاتی زندگی سے متعلق بھی ہیں اور اجتماعی نظم سے بھی......انفرادی زندگیوں میں بھی بے شمار کوتاہیاں دیکھنے میں آرہی ہیں اور معاشرتی سطح پر بھی کمزوریاں بڑھتی چلی جارہی ہیں......عوام کو بھی اپنی اصلاح کی فکر کرنی ہے اور حکمرانوں کو بھی اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرنا ہوگا۔اس لئے میں کوشش کروں گا کہ اس فورم سے ان امور کی نشاندہی کی جائے جو ہمارے مسائل ومشکلات،بگاڑ وفساد اور زوال و انحطاط کا اصل سبب ہیں۔جب عوام وخواص،رعایا اور حکمران،فرد اور معاشرہ سب اپنی کمزوریوں اور ذمہ داریوں کا احساس و ادراک کرکے ان اسباب کے ازالے کی فکر کریں گے تب کہیں بہتری کے آثار نمودار ہونا شروع ہوں گے۔ان شاءاللہ

ایمان محکم،عمل صالح،خوف خدا اور فکر آخرت:......آیئے سب سے پہلے یہ دیکھتے ہیں کہ ہمارے پیارے آقا صلی

اللہ علیہ وسلم نے کیسے اپنے معاشرے کی اصلاح کی اور کن بنیادوں پر صحابہ کرام کو کھڑا کیا کہ وہ زمانے کے مقتداء وپیشوا بن گئے، آپ ذرا تصور تو کیجئے کہ ایک ایسا معاشرہ جو جہالت اور گمراہی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں ڈوبا ہوا تھا، جہاں قتل وغارت گری کا رواج تھا، وہ لوگ راہ راست سے اس حد تک بھٹکے ہوئے تھے کہ کوئی ان پر حکمرانی کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاشرے کا نقشہ ہی بدل دیا۔ جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محنت کو دیکھتے ہیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاشرے کو ایمان محکم، عمل صالح، خوف خدا اور فکر آخرت کی ایسی بنیادیں فراہم کیں کہ جن کی وجہ سے پورا معاشرہ یکسر بدل گیا...... وہ لوگ جو پہلے قاتل اور لٹیرے تھے وہ زمانے کے مقتداء اور پیشوا بن گئے۔ ان کا معاشرہ جنت کا نمونہ بن گیا، وہ قیصر وکسریٰ جیسی عالموں طاقتوں سے ٹکرا کر فاتح ٹھہرے۔

آج اگر ہم دیکھیں تو ہمارے حکمرانوں کا معاملہ ہو یا عوام کا، انفرادی زندگیاں ہوں یا اجتماعی نظم، یقین محکم کی قوت، کردار وعمل کی طاقت، خوف خدا کے زادِ راہ اور فکر آخرت کی دولت سے ہم انفرادی اور اجتماعی طور پر محروم ہوگئے۔ جب ہمارے پاس ایمان ویقین کی بنیاد اور اخلاص پر مبنی جذبہ ہی نہیں، کردار وعمل کے اعتبار سے ہم کمزور ہوگئے، محاسبہ کی فکر سے آزاد ہوگئے، مرنے کے بعد کی زندگی کو بھول بیٹھے تو یہ وہ پہلی اینٹ ہے جو غلط رکھ دی گئی اس اینٹ کو جب تک صحیح نہیں کیا جائے گا اور ان چار بنیادوں پر اپنی اجتماعی اور انفرادی زندگی کو لانے کی کوشش نہیں کی جائے گی اس وقت تک اصلاحِ احوال کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکتا۔

وھن کی بیماری:......اس وقت امت مسلمہ مسائل ومشکلات کے جس گرداب میں پھنسی ہوئی ہے...... ہر طرف ظلم و ستم کی آندھیاں زوروں پر ہیں...... ہر جگہ مسلمانوں کا لہو بہہ رہا ہے...... ہر آنے والا دن گزرے دن سے زیادہ مصائب وآلام لے کر طلوع ہوتا ہے...... دشمن، اہل ایمان کو کاٹ کھانے اور صفحہ ہستی سے مٹا ڈالنے کے لئے بھوکوں کی طرح امت مظلومہ پر ٹوٹا پڑ رہا ہے اس صورت حال سے نہ صرف یہ کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بہت پہلے خبردار کر دیا تھا بلکہ اس زوال وانحطاط کی وجہ بھی بتا دی تھی کہ جب امت ''وھن'' کی بیماری میں مبتلا ہو جائے گی یعنی دنیا سے محبت کرنے لگے گی اور موت کی ناپسندیدگی کا شکار ہو جائے گی تو پھر اس قسم کے حالات سے دوچار ہو جائے گی...... اس وقت ہمیں امت مسلمہ میں یقین محکم، عمل صالح، خوف خدا اور فکر آخرت کا شعور اجاگر کرنے کے ساتھ ساتھ اس بات کی بھی باقاعدہ مہم چلانے کی ضرورت ہے کہ ہم اپنے اجتماعی نظم اور اپنے دل ودماغ سے وھن کی بیماری کو یعنی دنیا کی محبت اور موت کی ناپسندیدگی کو ختم کر دیں کیونکہ دنیا کی محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے...... موت کی ناپسندیدگی بزدلی اور غیروں کی غلامی کا سبب بنتی ہے۔ جب ہم اس بیماری سے نجات پا جائیں گے تو اس کے نتیجے میں بہت سی مشکلات پر قابو پانا آسان ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ

اتحاد واتفاق کا فقدان:......اس وقت امت مسلمہ کے مسائل ومشکلات کی ایک بڑی وجہ اتحاد واتفاق کا فقدان ہے۔

ہمارے ہاں مذہبی بنیادوں پر، مسلکی بنیادوں پر، علاقائی بنیادوں پر اور لسانی بنیادوں پر نفرتوں کے ایسے بیج بوئے گئے ہیں کہ ان کی فصل اب بالکل تیار ہے۔ دشمن نے ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' پالیسی کے تحت ہمیں یوں آپس میں دست وگریباں کیا کہ ہمارے مابین دوریوں کی خلیج حائل ہوگئی اور امت کا شیرازہ بری طرح بکھر کر رہ گیا۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عصبیت کے جن کلموں کو بدبودار باتیں کہہ کر چھوڑنے کا حکم دیا تھا انہی چیزوں نے اس امت واحدہ کو بانٹ رکھا ہے...... اختلاف رائے اس امت کے لئے رحمت کا باعث تھا لیکن ہم نے اسے مخالفت اور مخاصمت کا رنگ دے کر زحمت بنا ڈالا ہے۔ ہمارے مسلکی اختلافات مخالفت اور تشدد کی شکل اختیار کر جاتے ہیں اور پھر نہ ختم ہونے والے فساد اور انتشار کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ اگر آج مسلکی ہم آہنگی، عصبیت کے خاتمے، علاقائی اور لسانی تفریق کو مٹانے اور جدید وقدیم کی خلیج کو پاٹنے کی کوشش کی جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ مسائل ومشکلات ہمیں یوں ہی گھیرے رکھیں اور اگر آج ہم نیل کے ساحل سے لے کر کاشغر تک پھیلی ہوئی اسلامی دنیا کو اتحاد واتفاق کی لڑی میں پرونے اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے پر آمادہ کرنے میں کامیاب ہوجائیں تو ہمارا مقدر یقیناً بدل سکتا ہے۔ آج اگر یورپی یونین کی شکل میں یورپی ممالک کا بلاک موجود ہے، افریقی ممالک آپس میں معاہدے کرکے ایک قوت بن سکتے ہیں، سارک ممالک اکٹھے ہوسکتے ہیں تو اسلامی دنیا مشترکات پر اکٹھی ہوکر اپنا ایک بلاک بنالینے کی ہمت کیوں نہیں کرتی؟ یاد رکھئے جب تک اس پہلو پر توجہ نہیں دی جائے گی اس وقت تک ہماری پریشانیاں کم ہونے کے بجائے بڑھتی ہی رہیں گی۔

تعلیم کی کمی:...... امت مسلمہ کے مسائل کی ایک بڑی وجہ تعلیم کی کمی ہے اور یہ بھی ایک ایسا سبب ہے جس کے ذمہ دار افراد بھی ہیں اور مسلمان معاشرے بھی، عوام بھی ہیں اور حکمران بھی...... ایک ایسی امت جس کی پہلی وحی کا آغاز ''اقرأ'' سے ہوتا ہے...... ایک ایسی امت جس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قل رب زدنی علما کا حکم ہوتا ہے...... ایک ایسی امت جس کی شناخت اور پہچان ہی تعلیم وتعلم ہے، اگر وہ امت تعلیم کے میدان میں دنیا سے پیچھے رہ جائے تو اس پر افسوس کے اظہار کے سوا اور کیا کیا جاسکتا ہے؟ مسلمانوں کو تعلیم سے محروم رکھنے کے ذمہ دار جہاں حکمران ہیں کہ انہوں نے اعلیٰ تعلیمی اداروں کے قیام، تعلیمی سہولیات وضروریات کی فراہمی، اعلیٰ معیار کی درس گاہوں کے انتظام وانصرام، تعلیم کے لئے معقول بجٹ مختص کرنے اور اپنی قوموں کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنے کے معاملے میں ہمیشہ مجرمانہ غفلت کا مظاہرہ کیا وہیں عوام نے بھی انفرادی طور پر اس معاملے میں افسوس ناک حد تک تغافل برتا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سائنس اور ٹیکنالوجی ہو یا جدید ایجادات...... میڈیکل اور انجینئرنگ ہو یا کوئی دوسرا علم...... ہم اپنے شاندار اور تابناک ماضی کے حوالے تو دیتے ہیں، چند مسلمان سائنس دانوں کا تذکرہ تو کرتے ہیں لیکن کیا ہم نے سوچا کہ آج وہ بڑے بڑے سائنس دان کیوں جنم نہیں لیتے؟ آج ہم ہر معاملے میں غیروں کے محتاج کیوں ہیں؟ آج اسلامی دنیا میں شرح خواندگی اتنی کم کیوں ہے؟ آج دنیا کی معیاری درسگاہیں اور رصدگاہیں عالم اسلام میں کیوں نہیں؟ یونیورسٹیز کی ریٹنگ میں اسلامی دنیا کے

تعلیمی اداروں کا سراغ تک کیوں نہیں ملتا؟ ہمیں اس معاملے پر خوب سوچ و بچار کر کے اس کے تدارک کی حکمت عملی وضع کرنی ہوگی ورنہ مستقبل مزید تاریک سے تاریک تر ہوتا چلا جائے گا۔

سستی، کاہلی اور عیش پرستی:......امت مسلمہ کے مسائل میں سے ایک اور بڑا مسئلہ ہماری اجتماعی اور انفرادی سستی، کاہلی اور عیش پرستی بھی ہے۔ ہم لوگ محنت سے جی چراتے ہیں، کام کرنے سے جان چھڑاتے ہیں، ہمارے حکمرانوں کا شاہانہ طرز زندگی ہو یا امراء ورؤساء کی عیش پرستی، عوام کی سہل پسندی ہو یا نوجوانوں کی عیش کوشی ان چیزوں نے نہ صرف یہ کہ ہمیں زوال وانحطاط سے دوچار کیا بلکہ دنیا کے سامنے تماشا بنا کر رکھ دیا ہے۔ ہمارے نوجوان شمشیر وسناں چھوڑ کر طاؤس ورباب کے دلدادہ ہوگئے، فحاشی وعریانی کے زہر نے ہماری پوری نسل کو کھوکھلا کر ڈالا، لایعنی مشاغل اور فضولیات و لغویات میں انہماک نے ہمیں کہیں کا نہیں چھوڑا۔ وہ لوگ جو ایمان کی دولت سے بھی محروم ہیں اور اللہ کی نصرت و مدد کا بھی ان سے کوئی وعدہ نہیں لیکن جب انہوں نے محنت کو اپنا شعار بنایا تو کامیابی وکامرانی ان کا مقدر بنتی چلی گئی اور ہم ہاتھوں پر ہاتھ دھرے اچھے مستقبل کے انتظار میں بوڑھے ہوتے چلے گئے۔ ہمیں اس اجتماعی اور انفرادی کمزوری کا احساس بھی کرنا ہوگا اور اس معاملے پر قابو پانے کی کوشش بھی کرنی ہوگی۔

وسائل کا ضیاع اور اسراف:......جس طرح ہم وقت اور انسانی صلاحیتوں کو بے دریغ ضائع کرتے ہیں، اس سے کہیں بڑھ کر ہم قدرتی وسائل کو بھی ضائع کر رہے ہیں۔ اللہ رب العزت کا خصوصی فضل وکرم ہے کہ عالم اسلام کے پاس ہر قسم کے وسائل کی فراوانی ہے، سیال سونے کے کنویں موجود ہیں، معدنیات کے ذخائر موجود ہیں۔ جغرافیائی اعتبار سے دیکھا جائے یا زرعی لحاظ سے، معدنی اعتبار سے بات کی جائے یا موسمی اعتبار سے، سب سے زیادہ وسائل اور ترقی کے مواقع عالم اسلام کے پاس ہیں لیکن ہم نے انہیں بروئے کار لانے اور منصوبہ بندی سے برتنے کا اہتمام ہی نہیں کیا۔ اسلامی دنیا سے تیل دشمن نکال کر لے جاتے ہیں، ریکوڈک سے سونا نکالنے کا ٹھیکہ ہم کسی اور کو اونے پونے داموں میں دے دیتے ہیں، دریاؤں پر ڈیم بنانے کی ہمیں توفیق نہیں ہوتی، ہمیں تو دشمن کے خلاف ہر قسم کی قوت حاصل کرنے کا حکم تھا لیکن ہم دشمن کے خلاف قوت جمع کرنا تو کجا اپنی ضرورت کے وسائل کو سلیقے سے برتنے کی توفیق سے بھی محروم ہیں اور پھر ستم بالائے ستم یہ کہ وسائل کے ضیاع کے ساتھ ساتھ اسراف جسے قرآن نے شیطان کے بھائیوں والا کام قرار دیا ہے، اس کے مرتکب ہوتے ہیں۔ ہمارے حکمرانوں کی بیگمات کے سونے اور زیورات کے قصے آپ نے سنے اور پڑھے ہوں گے اور شادی بیاہ سے لے کر لباس و پوشاک تک اور موبائل فون سے لے کر پانی وبجلی کے استعمال تک عام لوگوں کے طرز عمل کا مشاہدہ کیا ہوگا۔ وسائل کے بے دریغ ضیاع اور فضول خرچی واسراف کی عادت میں ہم نے سب کو مات دے دی اور یہی وہ کمزوری ہے جس نے ہمیں کہیں کا نہیں چھوڑا۔ اگر اس معاملے میں ہم حضرت یوسف علیہ والسلام والی حکمت عملی اپنائیں اور جس طرح انہوں نے دیانت، کفایت شعاری اور منصوبہ بندی کے صرف تین گر اپنا کر پورے مصر کو قحط سالی

میں ریلیف مہیا کیا، ہم بھی ان تینوں چیزوں یعنی دیانت داری، کفایت شعاری اور بہتر منصوبہ بندی کے ذریعے پورے عالم اسلام کے فقر وافلاس اور زوال وانحطاط کا خاتمہ کرسکتے ہیں۔

کرپشن اور بدعنوانی:......کرپشن اور بدعنوانی ہمارے معاشرے کا ایسا ناسور ہے جس نے آج ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی کو بری طرح لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ حکمران ہوں یا عوام جس کو جب، جہاں اور جو موقع ملتا ہے وہ لوٹ کھسوٹ، بدعنوانی اور کرپشن سے خود کو نہیں بچا پاتا۔

ظلم وزیادتی اور ناانصافی:......حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مشہور قول ہے کہ معاشرے کفر کے ساتھ تو باقی رہ سکتے ہیں لیکن ظلم کے ساتھ باقی نہیں رہ سکتے۔ آج ہمارے ہاں ظلم کی جو مختلف شکلیں رائج ہیں، ناانصافی کے جو افسوس ناک مناظر دیکھنے میں آتے ہیں ان کی وجہ سے بھی امت مسائل ومشکلات کا شکار ہے۔ غیروں اور دشمن کے مظالم اور زیادتیاں تو اپنی جگہ لیکن ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں ہر طاقت، قوت، دولت اور اثر ورسوخ رکھنے والا دوسروں کو اپنے ظلم وزیادتی کا نشانہ بنا رہا ہے۔ جب تک ہم انفرادی اور اجتماعی طور پر انصاف کی بالادستی اور نظام عدل کے نفاذ کے لئے کوشش نہیں کریں گے اس وقت تک ہمارے مسائل کم ہونے کی بجائے بڑھتے چلے جائیں گے۔

طبقاتی تفریق:......ہمارے مسائل ومشکلات کی ایک بڑی وجہ طبقاتی تفریق بھی ہے۔ وی آئی پی کلچر، جاگیردارانہ اور سرمایہ دارانہ نظام کی مختلف شکلیں اس طرح ہمارے اوپر مسلط ہیں کہ کبھی یوں محسوس ہونے لگتا ہے جیسے ہم نے طبقاتی اور معاشرتی اونچ نیچ اور ذات پات کے چکر میں ہندوؤں کو بھی مات دے دی ہو۔ ہمارے قواعد وضوابط اور قوانینِ جزا وسزا ہر ایک کے لئے الگ الگ ہیں۔ امیر اور طاقتور ہر قسم کے قاعدے اور ضابطے سے مستثنیٰ ہیں اور غریب ہر ظلم وزیادتی کا شکار ہیں، حالانکہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صورتحال کو سابقہ قوموں کی تباہی وبربادی کی وجہ قرار دے کر اس سے اجتناب کا درس دیا تھا۔

ذرائع ابلاغ پر غیروں کا غلبہ:......اسی طرح ہمارا ایک بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے ذرائع ابلاغ کسی بھی شکل میں ہوں، ان پر کسی نہ کسی درجے میں غیروں کی چھاپ نظر آتی ہے۔ اگرچہ میڈیا کے بعض ادارے اور کچھ افراد اپنی طرف سے اصلاح احوال کی کوششوں میں بھی مصروف عمل ہیں اور انفرادی طور پر کئی لوگ ایسے ہیں جنہیں اس شعبے میں امید کی کرن کہا جاسکتا ہے لیکن مجموعی طور پر جس طرح ذرائع ابلاغ فحاشی وعریانی پھیلانے، اپنی اقدار وروایات کو ختم کرکے غیروں کی تہذیب مسلط کرنے اور فکری حوالوں سے غلط فہمیاں اور گمراہی پھیلانے میں جو کردار ادا کررہے ہیں، وہ کسی سے مخفی نہیں۔ عالمی سطح پر میڈیا کی اسلام دشمن، مسلم کش، اخلاق باختہ اور حیا سوز پالیسیوں کے تدارک کے لئے امت مسلمہ نے کبھی سنجیدگی سے نہیں سوچا، نہ اس صورتحال کی تلافی کی کوئی سنجیدہ کوشش کی، جس کا خمیازہ آج ہم سب کو بھگتنا پڑ رہا ہے۔ اس لئے ہم سب کو بالخصوص ہمارے حکمرانوں اور میڈیا سے وابستہ ہمارے مسلمان بھائیوں کو امت کو اس سنگین

مشکل سے نجات دلانے کے لئے اپنا کردار ادا کرنا چاہئے۔

دوسروں کی اصلاح اور خود سے غفلت:...... یہ بھی ہمارا ایک بہت بڑا مسئلہ ہے کہ ہمارے ہاں جو بھی امت مسلمہ کے مسائل ومشکلات کے اسباب کی نشان دہی کر کے ان کے تدارک اور امت کی اصلاح کا بیڑہ اٹھاتا ہے وہ ہمیشہ اصلاح کا عمل دوسروں سے شروع کرتا ہے اور خود کو بھول جاتا ہے۔ عوام حکمرانوں کو کوستے ہیں اور حکمران عوام کو تمام خرابیوں کا ذمہ دار قرار دیتے ہیں، حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان قوموں اور حکمرانوں کو بہترین قرار دیا جو ایک دوسرے سے محبت کریں، ایک دوسرے کے لئے دعا گو رہیں اور ایک دوسرے کی بھلائی اور خیر خواہی کے لئے سرگرم اور فکرمند رہیں اور ان لوگوں اور ان حکمرانوں کو برا اور موجب لعنت قرار دیا جو ایک دوسرے پر لعن طعن کریں۔ اگر ہم دیکھیں تو اس وقت ہمارے حکمرانوں اور عوام کا رخ اور ترجیحات ہی مختلف ہیں۔ حکمران غیروں کے مقاصد کی تکمیل میں لگے ہیں اور انہیں عوامی مسائل ومشکلات سے نہ صرف یہ کہ کوئی سروکار نہیں بلکہ عوامی اضطراب کا احساس وادراک تک نہیں۔ یہ اعتماد کا فقدان اور الزام تراشی کی روش صرف عوام اور حکمرانوں کے مابین ہی نہیں ہے بلکہ مختلف طبقات اور مختلف افراد بھی اس کا شکار ہیں بلکہ بحیثیت مجموعی ہم سب قول وفعل کے بدترین تضاد میں مبتلا ہیں، اس لئے ہمیں سب سے پہلے اپنی اصلاح کرنی ہوگی۔ معاشرے میں پھیلی تاریکیوں اور ظلمت شب کا شکوہ کرنے کی بجائے اپنے حصے کا چراغ جلانا ہوگا اور امت کو اجتماعی اور انفرادی اور حکومتی اور عوامی مسائل ومشکلات سے نجات دلانے کے لئے تن من دھن کی بازی لگانی ہوگی۔ اللہ رب العزت ہمیں اس کی توفیق مرحمت فرمائیں، آمین۔

☆......☆......☆

حضرت مدنیؒ کے ختم بخاری شریف کا ایمان افروز منظر

اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح بخاری شریف کے ختم کے موقع پر جب آپ اپنے مخصوص لہجہ میں آخری حدیث و بہ قال حدثنا احمد بن اشكاب قال حدثنا محمد بن فضيل عن عمارة بن القعقاع عن ابى زرعة عن ابى هريرة (رضى الله عنه وعنهم) قال: قال النبى صلى الله عليه وسلم كلمتان خفيفتان على اللسان ثقيلتان في الميزان حبيبتان الى الرحمن سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم کی تلاوت شروع فرماتے تو قلوب پر رقت طاری ہونے لگتی تھی اور جب آپ حاضرین پر روحانی توجہ فرماتے تھے تو تمام لوگ زاروقطار رونے لگتے تھے اور دل کانپ جاتے تھے اور لوگ توبہ استغفار اس طرح سے کرتے تھے گویا کہ دربار خداوندی میں حاضر ہیں اور رورو کر اپنے گناہوں سے معافی چاہ رہے ہیں اور اس موقع پر جو دعا مانگی جاتی تھی وہ مقبول ہوتی تھی، آنکھیں اشکبار، دل تڑپتا ہوا، زبان لڑکھڑاتی ہوئی، رونگٹا رونگٹا کانپتا ہوا، غرض مجمع ماہی بے آب کی طرح تڑپتا تھا اور توبہ استغفار اور دعا کرتا تھا، عجیب منظر ہوتا تھا، اس کا بیان کس طرح سے کیا جائے؟ اس کے اظہار کے لئے الفاظ کہاں سے لائے جائیں؟

خدا گواہ ہے کہ دار العلوم کے ہر دور میں بخاری ختم ہوئی مگر اس انداز کی ختم بخاری کہاں؟ دار العلوم کی تاریخ میں اس کی نظیر ملنا ممکن نہیں، روحانیت کا یہ عظیم الشان منظر شیخ الاسلام قدس اللہ سرہ کے ساتھ ختم ہوگیا، آپ کی وفات کے ساتھ تاریخ کا ایک دور ختم ہوگیا............................☆